Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل
ربوہ
ایڈیٹر : نسیم سیفی
فون ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۷۵ | منگل ۱۱ جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ، ۹ صلح ۱۳۶۹ ہش، ۹ جنوری ۱۹۹۰ء | نمبر ۸

واقفین کو تین زبانیں سکھائیں

واقفین نو کو زبانیں سکھانے کے بارے میں فرمایا ،

” ان کو صرف وہی زبان نہیں چاہیئے جس زبان کیلئے ان کو تیار کیا جارہا ہے بلکہ اردو زبان کی بھی شدید ضرورت ہوگی تاکہ حضرت اقدس بانی سلسلہ کا لٹریچر خود اردو میں پڑھ سکیں ، عربی زبان کی بنیادی حیثیت ہے کیونکہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ عربی میں ہیں ، عربی زبان بھی سکھانے کی ضرورت پڑے گی ، پس تین زبانیں تو کم سے کم ہیں “

(ارشاد سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ ۔ الفضل ۲۰ دسمبر ۱۹۸۹ء)

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

” آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ حسبِ مراتب ہوا کرتا تھا اور اسی حفظِ مراتب نہ کرنے کی وجہ سے بعض لوگوں کو مشکلات پیش آئی ہیں اور انہوں نے اعتراض کر دیا ہے کہ فلاں دو احادیث میں باہم اختلاف ہے حالانکہ اختلاف نہیں ہوتا بلکہ وہ تعلیم بلحاظ محل اور موقعہ کے ہوتی تھی ۔ مثلاً ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے پوچھا کہ نیکی کیا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ اس میں یہ کمزوری ہے کہ ماں باپ کی عزت نہیں کرتا ۔ آپ نے فرمایا کہ نیکی یہ ہے کہ تو ماں باپ کی عزت کر ۔ اب کوئی خوش فہم اس سے یہ نتیجہ نکال لے کہ بس اور تمام نیکیوں کو ترک کر دیا جاوے یہی نیکی ہے ۔ ایسا نہیں ۔ اسی طرح پر تسبیح کے متعلق بات ہے قرآن شریف میں تو آیا ہے ( ) اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرو تاکہ فلاح پاؤ اب یہ (اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنا ۔ ناقل) نماز کے بعد ہی ہے تو ۳۳ مرتبہ تو کثیر کے اندر نہیں آتا پس یاد رکھو کہ ۳۳ مرتبہ والی بات حسبِ مراتب ہے ورنہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو سچے ذوق اور لذت سے یاد کرتا ہے اُسے شمار سے کیا کام ۔ وہ تو بیرون از شمار یاد کرے گا “

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۱۸-۱۹)

> بارگاہِ ایزدی سے تُو نہ یُوں مایوس ہو
> کر بیاں سب حاجتیں حاجت رَوا کے سامنے

بدامنی کا علاج

ارشادات سیدنا حضرت فضلِ عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو)

” اس مرض کا علاج جیسے آدم کے زمانہ میں تھا ، ویسا ہی آج ہے ۔ آج بھی انسانی دماغ ویسا ہی ہے ، انسانی دماغ میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا ۔ لیکن بہت سے لوگ ایسے ہیں جو سیدھی سادی اور فطری تجویزوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ہم کوئی نیا علاج نکالیں ۔ ان لوگوں کی مثال لال بجھکڑ کی سی ہوتی ہے ۔ کہتے ہیں کسی کی بہو نئی آئی تھی ، اسے جب ہمسایوں کے گھر سے مٹھائی آئی تو اس نے شرم کے مارے ستون کے پیچھے ہو کر اور ستون کے دونوں طرف بازو پھیلا کر مٹھائی لے لی ۔ مٹھائی تو دونوں ہاتھوں میں لے لی ، لیکن دونوں بازوؤں کے درمیان ستون آگیا ، اب اگر وہ ہاتھ نکالے تو مٹھائی گر جاتی تھی ، اور وہ مٹھائی بھی نہیں گرانا چاہتی تھی ، وہ اسی حالت میں تھی کہ ساس سسر جو کہیں باہر گئے ہوئے تھے وہ آگئے ، انہوں نے بہو کو اس حالت میں دیکھا تو بہت پریشان ہوئے کہ اب کیا کیا جائے ، ان کو کسی نے کہا کہ تم لال بجھکڑ سے جا کر اس کا حل پوچھو ۔ وہ لال بجھکڑ کے پاس گئے تو اس نے آکر دیکھا اور دیکھ کر کہا پہلے مکان کی چھت اُتار دو ، پھر ستون کی اینٹیں نکال لو ، اس طرح لڑکی کے بازو باہر نکل آئیں گے ۔ مکان کی چھت اُتار رہے تھے کہ کوئی شخص دریا پار کے علاقہ سے آیا ، اس نے پوچھا کہ بات کیا ہے ، لوگوں نے سارا واقعہ سُنایا ، اس نے لال بجھکڑ سے کہا ، یہ کون سی مشکل بات تھی جس کے لئے تم چھت اُتار رہے ہو ، لڑکی کے ہاتھوں کے نیچے تھالی رکھ کر مٹھائی اُس میں گرالو ، اور اس کے بازو نکال لو ، لال بجھکڑ نے کہا اگر اس طرح کیا جائے تو استادی کیا ہوئی ، یہی حالت آجکل کے لوگوں کی ہے “

(خطاب حضرت فضل عمر ۹ ، اکتوبر ۱۹۴۶ء)

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ رقم فرماتی ہیں ،

مَیں نے اپنی بھانجی منصورہ بیگم سلمہا کے آپریشن کی اطلاع دے کر دعا کی درخواست کی تھی کہ احبابِ کرام تا اطلاع ثانی دعا جاری رکھیں ۔

سو ! بفضلہ تعالیٰ عزیزہ موصوفہ پرسوں کی اطلاع کے مطابق فاطمہ میموریل ہاسپٹل لاہور سے گھر آگئی ہیں ۔

مَیں تمام احباب کرام کی انتہائی شکر گزار ہوں جنہوں نے میری دعاؤں سے مدد فرمائی ۔ خدا تعالیٰ اس باہمی رشتۂ اخوت و ہمدردی کو ہمیشہ زندہ رکھے جو حضرت بانی سلسلہ عالیہ ہم میں قائم کر گئے ۔

● مکرم غلام مصطفےٰ تبسم صاحب کارکن الفضل ابن مکرم نجم الدین صاحب کی شادی ہمراہ عزیزہ مکرمہ عذرا جبیں صاحبہ بنت مکرم چوہدری علی محمد صاحب لاہور مورخہ ۲۹ ، دسمبر ۱۹۸۹ء کو انجام پائی ، اگلے روز ۳۰ ، دسمبر ۱۹۸۹ء کو دعوت ولیمہ کا انعقاد دارالرحمت وسطی میں کیا گیا ۔ جہاں پر محترم حکیم خورشید احمد صاحب صدر عمومی ربوہ نے دعا کرائی ۔

احباب سے درخواست ہے کہ اس رشتہ کے ہر لحاظ سے بابرکت اور مثمر بثمراتِ حسنہ ہونے کے لئے دعا کریں ۔

● مکرم خان بشیر احمد خان صاحب (آف لاہور) مورخہ ۲۱ ، دسمبر ۱۹۸۹ء بروز جمعرات ساڑھے بارہ بجے رات انتقال فرما گئے ہیں ، آپ مکرم زرتشت منیر احمد خان صاحب ناروے اور مکرم فواد احمد خان صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ اوسلو کے والد تھے ۔ وفات کے وقت آپکی عمر قریباً ۷۲ ، سال تھی ۔ جنازہ اُسی روز ربوہ لایا گیا ۔ اور بعد نماز ظہر محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی بعد ازاں آپ کی تدفین عمل میں آئی ۔

احباب کی خدمت میں درخواست دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔

> چاہیئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
> ایک دن جانا ہے تجھ کو بھی خدا کے سامنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: ——— آغا سیف اللہ، پرنٹر: ——— قاضی منیر احمد
مطبع: ——— ضیاء الاسلام پریس، ربوہ
مقامِ اشاعت: ——— دارالنصر غربی ربوہ، قیمت: ——— ایک روپیہ پچاس پیسے

۹ صلح ۱۳۶۹ ہش ——— ۹ جنوری ۱۹۹۰ء

صُبحِ نَو کی بشارت

چاند تو بے شک رات کو چاندنی بکھیرتا ہے اور راتوں کو روشن کر دیتا ہے۔ لیکن اس میں کیا شک ہے کہ رات کا تصوّر اندھیروں ہی کے ساتھ وابستہ ہے آپ "رات" کہیئے تو اس کا مطلب اندھیرا ہی ہوتا ہے۔ اور پھر جب رات کے ختم ہونے پر سورج طلوع ہوتا ہے تو ہر طرف روشنی پھیلنے لگتی ہے۔ اور دن کا تصوّر روشنی ہی سے وابستہ ہے۔ بے شک دِن کے وقت بادل چھائیں۔ گھنگھور گھٹائیں آجائیں اور دن تاریک ہو جائے لیکن جہاں تک دن کے تصوّر کا تعلق ہے یہ روشنی ہی سے وابستہ ہے۔

ایک دن اور رات تو وہ ہیں جو روز آتے ہیں اور جاتے ہیں۔ ایک دن اور رات وہ ہیں جو قوموں کی زندگی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ جب حالات ناسازگار ہوں۔ جب تکالیف اور مصائب کا سامنا ہو تو ایسے ایّام (دن اور رات) قوموں کی رات سے تعبیر ہوتے ہیں۔ اور جب حالات بدل جاتے ہیں تکالیف اور مصائب کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو قوموں کا دن طلوع ہو جاتا ہے۔ ہر طرف روشنی ہی روشنی۔ یعنی قوم کی راہیں روشن۔ اور سفر آسان۔

احمدیہ جماعت پر بھی ابتلاء آتے رہے ہیں۔ یوں لگتا رہا ہے جیسے اندھیرا چھا گیا ہے۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں پہلے بھی۔ پہلے زمانوں میں۔ لوگ کہتے رہے ہیں کہ خدا کی مدد کب آئے گی۔ یا یوں کہہ لیجے کہ اندھیرا کب چھٹے گا اور روشنی کب ہوگی۔ لیکن خدائی جماعتوں کے لئے رات اندھیری ہونے کے باوجود اتنی اندھیری نہیں ہوتی کہ کچھ کیا ہی نہ جا سکے۔ ہمارے پیارے امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرماتا رہے) نے اپنے ایک پیغام میں فرمایا تھا

"ابتلاء کے اس نہائت تکلیف دہ دَور نے جہاں ہمیں خدمتِ دین کی نئی نئی راہیں دکھائیں اور اصلاحِ نفس کے نئے نئے طریق سمجھائے اور ہم نے خدا تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مضبوط تر ہوتے ہوئے دیکھا وہاں بلاشبہ دنیا کے ہر قسم کے مظلوموں کے ساتھ پہلے سے بڑھ کر ہمدردی کے جذبات ہمارے دِلوں میں پیدا ہوئے اور آج ہم پہلے سے بڑھ کر بنی نوع انسان کی سچی اور گہری ہمدردی اپنے دل میں پاتے ہیں۔"

یہ ہے خدائی جماعتوں کا رویّہ۔ رات آتی ہے لیکن اندھیروں کو لے کر نہیں بلکہ روشنی کی نئی نئی راہوں کو لے کر آتی ہے۔ تاکہ جماعت بڑھتی رہے۔ چلتی رہے اور کوئی وقت ایسا نہ آئے کہ اس کے قدم رُک جائیں۔ اس کے بعد جب دن چڑھتا ہے تو دنیا دیکھتی ہے کہ جماعت تو کہیں سے کہیں نکل گئی ہے۔ نہ صرف اپنی بہبود میں بلکہ ساری دنیا کی بہبود میں۔ بنی نوع انسان کی اجتماعی بہبود میں۔ یہی کیفیت ہماری جماعت کی ہے۔

ہوشمندی کو بنا لے خضرِ راہ
بھُول کر بھی تُو نہ ہو جا خود پرست
کیمیائے سرفرازی ہے یہی
"دل بدست آور کہ حج اکبر است"

ابوالاقبال

بعد مرنے کے تو کر سکتا ہے زِندہ، کر دے
مجھ سے اس شہر کی حالت نہیں دیکھی جاتی

مُنہ چھپائے ہوئے پھرتے ہیں بھلے لوگ یہاں
پیسہ سب کچھ ہے، شرافت نہیں دیکھی جاتی

مال کچھ سامنے رکھتے ہیں، تو دیتے کچھ ہیں
اَب کہیں سُتھری تجارت نہیں دیکھی جاتی

نوکری ملتی ہے اُس کو جو سفارش لائے
تجربہ اور ذہانت نہیں دیکھی جاتی

نان مہنگا ہے مگر جان کا بھاؤ کم ہے
یہ گرانی کی نہائت نہیں دیکھی جاتی

تازہ اخبار کے آتے ہی جگر کٹتا ہے
روز اِک طرفہ قیامت نہیں دیکھی جاتی

ہر کوئی دَرپئے آزار نظر آتا ہے
اگلے وقتوں کی وہ چاہت نہیں دیکھی جاتی

بھینس اُس شخص کی ہوتی ہے جو لاٹھی رکھّے
دھونس چلتی ہے، عدالت نہیں دیکھی جاتی

دَر بدر پھرتے ہیں وہ لوگ جو حق رکھتے ہیں
بے اصُولی کی سیاست نہیں دیکھی جاتی

دُودھ کو بچّہ ترستا ہے دَوا کو بیمار
کرفیو والوں کی حالت نہیں دیکھی جاتی

پھر وہی نقشِ قدم ہیں وہی احمق رہرو
یہ حماقت پہ حماقت نہیں دیکھی جاتی

اَب کہیں کوئی اماں ہے نہ تحفّظ باقی
یہ لُٹیروں کی شرارت نہیں دیکھی جاتی

برسرِ تبصرہ عنواں ہوں جو زندہ قومیں
ایسی قوموں کی حکایت نہیں دیکھی جاتی

امۃ الباری ناصر۔ کراچی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محمد عبداللہ قریشی
ربوہ

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور جو خدا کے سامنے عاجزی کرنے والے ہیں ان کو خوشخبری دیدے کہ ایسے لوگوں کو جب اللہ کا نام ان کے سامنے لیا جائے تو ان کے دل کانپ جاتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو بھی خوشخبری دیدے جو اپنے پر نازل ہونے والی مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے وہ ہماری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

اپنے اس ارشادِ خداوندی میں اللہ تعالیٰ اپنے حضور عاجزی کرنے والوں کی چار علامات کا ذکر فرماتا ہے:۔

اوّل:۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر اُن کے دل کانپ جاتے ہیں۔

دوم:۔ اللہ تعالیٰ کے رستہ میں اگر انہیں مصائب اور مشکلات پیش آتی ہیں تو وہ انہیں بڑے صبر اور خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں

سوم:۔ وہ باجماعت نمازیں ادا کرتے ہیں

اور چہارم یہ کہ اُن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی ملتا ہے وہ اس کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں بھی خرچ کرتے رہتے ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ کا مضمون تو اپنے اندر بہت وسیع معنی رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو انسان کو بہت سی طاقتوں سے نواز رکھا ہے جن کی قربانی کئی طریق سے کی جاسکتی ہے۔ مثلاً آنکھیں ہیں ہم اپنی آنکھوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی بڑی خدمت کر سکتے ہیں۔ ہمیں ہاتھ پاؤں دیئے ہیں ان سے بھی ہم اللہ کے بندوں اور دوسرے جانداروں کی کئی خدمات بجا لا سکتے ہیں۔ انسان کو علم دیا ہے جسے وہ اپنے بھائی بندوں میں مختلف طریق سے تقسیم کر سکتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ علم بڑی دولت ہے جسے جس قدر دوسروں میں تقسیم کیا جائے اسی قدر بڑھتی رہتی ہے۔ وہ کسی ہنر کا تجربہ کار ہے تو اپنے ہنر سے قوم کے نوجوانوں کو ہنرمند بنا کر انہیں ملک و ملت کے لئے مفید وجود بنا سکتا ہے انسان اگر حکیم یا ڈاکٹر ہے تو اپنے پیشے کے ذریعہ مخلوقِ خدا کی بہت مدد کر سکتا ہے اور اگر اس کے پاس مال ہے کم ہے یا زیادہ تو وہ اپنی مالی استطاعت کے مطابق نہ صرف اپنی قوم کے مستحقین کی مالی امداد کر سکتا ہے بلکہ اس کے ذریعہ وہ اپنی جماعت کی مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے سکتا ہے۔ اس وقت اس مضمون میں صرف اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مالی قربانی کرنے کے متعلق ہی عرض کرنا مقصود ہے۔

ہماری مذہبی تعلیم کی رُو سے کسی عمل کی صرف ظاہری شکل ہی نتیجہ پیدا نہیں کرتی۔ بلکہ اصل نتیجہ قربانی کی وہ روح پیدا کیا کرتی ہے جو اس کے عمل کے پسِ پشت کام کر رہی ہوتی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی خصوصیت سے شامل ہو اور جس میں دنیا کے دکھاوے کی کوئی ملونی نہ ہو۔ یعنی حالات کے اختلاف کی وجہ سے بعض دفعہ عمل کی ظاہری شکل میں جو اختلاف پیدا ہو جاتا ہے وہ کسی شخص کو ترقی سے نہیں روکتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نتیجہ کے وقت اس کی قربانی کی روح کو مدنظر رکھ کر اس کے مطابق فیصلہ فرماتا ہے مثال کے طور پر ایک شخص اللہ کی راہ میں ایک لاکھ روپیہ خرچ کر سکتا ہے مگر وہ صرف ایک ہزار خرچ کرتا ہے۔ اور دوسرا شخص جس کے پاس صرف ایک ہزار روپیہ ہی ہے وہ اس میں سے اپنے امام کی آواز پر پانچصد روپیہ خرچ کر دیتا ہے تو ثواب کا نتیجہ ایک ہزار یا پانچصد روپیہ اللہ کی راہ میں دینے کے مطابق نہیں نکلے گا بلکہ دیکھا یہ جائے گا کہ اُن دونوں کی اپنی جائز ضرورتیں کتنی تھیں اور اُن ضرورتوں میں سے انہوں نے کس قدر کی قربانی کی ہے یا اس قربانی کیلئے کونسی چیز اس کے لئے زیادہ تحریک کا باعث ہوئی ہے۔ اور پھر اُن میں سے بہتر قربانی کون سی ہے کیونکہ دونوں کی قربانی ایک ہزار یا پانچسو نہیں دیکھی جائے گی کہ ظاہراً کون سی زیادہ ہے بلکہ وہ تو اُن دونوں کے اخلاص کے مطابق کی گئی قربانی کے مطابق ہی اُن سے اپنے پیار اور محبت کا سلوک فرمائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ان دونوں کی قربانیوں میں سے ان کے ظاہری عمل پر نہیں فرمائے گا بلکہ اس کا فیصلہ تو اس کے اپنے اس ارشاد پر ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کو تو ہر انسان کا تقویٰ پہنچتا ہے۔ لہٰذا ان کی قربانی کا نتیجہ ان کے اصل دلی جذبات اور عملی تقویٰ پر نکلے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تعریف کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ "میرے بندے تو وہ ہیں جو اپنے اموال کو اپنے کشائش کے ایام میں بھی اور اپنی تنگی کے ایام میں بھی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اور کوئی تنگی یا نقصان انہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے نہیں روکتا"۔ اس کی مثال جو میرے ذاتی تجربہ میں آچکی ہے وہ یہ ہے کہ اگست ۱۹۴۷ء میں جب مجھے صدر انجمن احمدیہ کے اُس وقت کے محاسب حضرت مرزا عبدالغنی صاحب جو رہنے والے تو پٹی ضلع لاہور کے تھے لیکن احمدیت انہوں نے افریقہ میں اپنی ملازمت کے دوران قبول فرمائی تھی۔ ریٹائرمنٹ پر قادیان آگئے تھے ان کے تحت لاہور میں دفتر خزانہ و امانت صدر انجمن احمدیہ پاکستان قائم کرنے کی غرض سے انکو بذریعہ ہوائی جہاز قادیان سے لاہور بھجوایا گیا ابھی تک لاہور میں دفاتر انجمن کھولنے کے لئے کوئی بلڈنگ عارضی طور پر الاٹ نہیں کروائی گئی تھی۔ اس لئے کوٹھی نمبر ۱۳ ٹمپل روڈ پر جو تقسیم ملکی سے کافی عرصہ قبل انجمن نے خریدی تھی۔ جس میں حضرت شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور رہائش رکھتے تھے مجھے حکم ملا کہ سردست اسی جگہ کام شروع کر دیں۔ وہاں اس وقت حال یہ تھا کہ وہاں لٹے پٹے احباب جماعت جو مشرقی پنجاب اور لاہور کے بارڈر ایریا سے اپنے خاندانوں کے بہت سے جانی نذرانے قیام پاکستان کے لئے دے کر اور اپنے گھر بار لٹا کر پاکستان آرہے تھے۔ مکرم شیخ صاحب سے مشورہ وغیرہ لینے کے لئے آجا رہے تھے۔ کوٹھی میں تل دھرنے کے لئے بھی لوگوں کے ہجوم کے باعث کوئی جگہ نہ تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس کوٹھی میں پہنچتے ہی سب سے پہلے جو بات کرتے تھے وہ یہ ہوتی تھی کہ شیخ صاحب ہمیں معلوم نہیں کہ اب ہماری نئی منزل کونسی ہو گی۔ اس لئے آپ ہم سے چندہ تو لے لیں کیونکہ اس آڑے وقت میں سلسلہ احمدیہ کی مالی ضروریات بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں آنے والوں کو اب کھانا وغیرہ دینے کے لئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا لنگر اب یہاں بھی جاری کرنا ہو گا اور دوسرے ضروری امور کا خرچ ان کے علاوہ ہو رہا ہے۔ اور میں اسی اژدھام میں بیٹھا اُن سے چندہ وصول کر کے انہیں رسیدات کاٹ کر دیتا جاتا تھا اور وہ شکریہ ادا کر کے اپنی نئی منزل پر روانہ ہو جاتے تھے۔ یہی وصول شدہ روپیہ ساتھ ہی ساتھ جماعت کی ہنگامی ضروریات پر خرچ ہو رہا تھا۔ یہ تو ایک علیحدہ کہانی ہے۔ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو اپنی انتہائی مصیبت اور تنگی کے دوران بھی اپنے مالی و جانی نقصانات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بھی اللہ کی راہ میں اپنے اموال سے جو لُٹ جانے کے بعد باقی رہ گیا تھا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے خرچ کرتے رہتے ہیں۔ پس مذکورہ مثال سے ثابت ہوا کہ یہاں ضرّاء سے مراد حقیقی "مارا ہوا" انسان مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کسی وقت کسی کو گھر بار لُٹ جانے یا کسی تجارت میں مالی نقصان اٹھانا پڑ گیا ہو تو وہ اس وقت بھی اپنے کشائش و آسودہ حال بھائی سے پیچھے رہنا پسند نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی اس تنگی کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے اوپر لازم کئے گئے چندہ جات کی ادائیگی سے پہلو تہی نہیں کرتا بلکہ وہ اس وقت بھی پوری بشاشت اور حوصلہ مندی سے اپنے سیکرٹری مال یا محصل کو یہ نہیں کہتا کہ اس وقت تو مجبوری ہے پھر آئیں بلکہ اُسے دلی خوشی آمدید کہتے ہوئے یہ کہتا ہے اللہ کا شکر ہے کہ آپ آگئے۔ یہ لیجیئے اس وقت میری آمد صرف یہ ہے اور اس میں سے اللہ کا حصہ یہ بنتا ہے یہ وصول فرمالیں اور مجھے ثواب کا موقعہ دیں۔ شائد اسی طرح میرا مولیٰ کریم مجھ سے راضی ہو جائے مجھے تو اس کی اور اس کے رسولِ مقبول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مطلوب ہے۔ جب ہم اپنے اندر مالی قربانی کے لئے یہ جذبہ پیدا کر لیں گے تو یقیناً ہماری یہی قربانی عنداللہ ماجور ہو گی۔

سال ۳۹-۱۹۳۸ء کا ذکر ہے جبکہ اُن دنوں ہماری مرکزی صدر انجمن احمدیہ میں کلرک کی بنیادی ماہوار تنخواہ صرف پندرہ روپے ہوتی تھی۔ اور یہ ملازمت بھی اکثر اوقات کئی کئی ماہ بغیر تنخواہ لئے کام کرنے کے بعد کوئی آسامی خالی ہونے پر یا نئی آسامی نکلنے پر ہی ملا کرتی تھی۔ اُس وقت میری شادی بھی ہو چکی تھی اور میرے والدین کی اپنی مالی حالت بھی کمزور تھی میں اس وقت حضرت سردار محمد یوسف صاحب سابق سودن سنگھ ایڈیٹر و مالک اخبار نور قادیان کے پاس پندرہ روپے ماہوار پر کام کر رہا تھا۔ تو اس وقت میں نے ایک دوست سے سنا کہ حضرت سردار عبدالرحمٰن صاحب سابق مہر سنگھ جو ہمارے احمدیہ سکول قادیان میں انگریزی کے استاد ہوتے تھے ان سے کسی شخص نے اپنی مالی حالت شدید کمزور ہونے کا ذکر کیا اور کہا میں بہت غریب ہوں چندہ بھی ادا نہیں کر سکتا اس پر حضرت سردار صاحب نے فرمایا کہ میاں میں تمہیں اس کا علاج بتاتا ہوں۔ وہ یہ کہ آپ اپنی موجودہ استطاعت سے کچھ بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے سے کسی زیادہ غریب آدمی کی مالی امداد ماہوار کرنی شروع کر دیں۔ وہ اس پر ہنس پڑا اور کہا کہ ماسٹر صاحب میں تو پہلے ہی خود قابل امداد ہوں یہ علاج آپ نے مجھے کیا بتایا ہے آپ نے فرمایا میاں علاج تو یہی

باقی صـ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات

نون سین

تاج و تخت کی بازیابی

رومانیہ میں حکومت کے خلاف جو مظاہرے ۱۵ دسمبر کو شروع ہوئے تھے اور جن کے نتیجے میں فوج نے نہ صرف لوگوں کو گولیوں سے بھون دیا بلکہ ہجوم پر ٹینک بھی چڑھا دیئے اور اس طرح، کہا جاتا ہے کہ ایک ہفتے کے اندر اندر ساٹھ ستر ہزار اشخاص ہلاک ہو گئے یہ سب کچھ صدر چاؤشسکو کے حکم پر کیا گیا تھا۔ اسی لئے جب صدر چاؤشسکو کی حکومت کا تختہ الٹ گیا تو باوجود اس کے کہ وہ اپنے محل کی چھت سے ہیلی کاپٹر کے ذریعہ اڑ کر کہیں اور چلے گئے لوگوں نے انہیں پکڑ لیا اور ان پر مقدمہ چلا کر دو گھنٹے کے اندر اندر انہیں اور ان کی اہلیہ کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔

اگرچہ چاؤشسکو تو اب موجود نہیں ہیں لیکن ان کے ساتھی اب بھی لڑائی میں مصروف ہیں۔ اگرچہ اب زور اتنا کم ہو گیا ہے کہ بہت کم گولیاں چلنے کی آواز آتی ہے۔ اب رومانیہ کے نیشنل سالویشن فرنٹ جو موجودہ حکومت ہے نے ۲۷ دسمبر کو یہ اعلان کیا کہ چاؤشسکو کے آدمی اگر ہتھیار ڈال دیں تو انہیں معاف کیا جا سکتا ہے ورنہ ان کے خلاف مقدمہ چلایا جائے گا۔ اور فوری طور پر سزاؤں پر عمل کیا جائے گا۔

چاؤشسکو پر دیگر الزامات کے علاوہ یہ الزام بھی تھا کہ انہوں نے ایک بہت بڑی تعداد کو موت کے گھاٹ اتارا ہے کہتے ہیں کہ مشرقی یورپ میں جو تبدیلیاں آ رہی ہیں۔ وہ ان لوگوں کے لئے جو کسی زمانے میں وہاں حکومت کرتے رہے ہیں امید کا پیغام ہے۔ کیونکہ موجود الوقت کمیونسٹ حکومتوں کا تختہ الٹنے سے سب سے زیادہ انہی لوگوں کو آگے آنے کے مواقع ملیں گے جو ایک لمبے عرصے تک اس علاقے میں پرانی طرز کی حکومت کرتے رہے ہیں۔ رومانیہ کے سابق شاہ مائیکل جنہوں نے ۱۹۴۷ء میں تخت چھوڑا تھا اور اب سوئٹزرلینڈ میں رہائش رکھتے ہیں نے گزشتہ ہفتے کہا کہ اگر لوگوں نے اجازت دی تو وہ بخارسٹ آ کر اپنی حکومت بنانا چاہیں گے۔ یہ شخص جس کا جرمنی کی ہوہنزولرن HOHENZOLLERN فیملی سے تعلق ہے پہلے بھی دو مختلف موقعوں پر تخت پر بیٹھ چکے ہیں۔ ۱۹۲۷ء میں انہوں نے اپنے دادا فرڈی نینڈ اول سے حکومت لی تھی کیونکہ ان کے باپ کیرل نے حکومت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس وقت مائیکل کی عمر صرف ۶ سال تھی۔ ۱۹۳۰ء میں مائیکل کے باپ نے اپنا فیصلہ بدل لیا اور مائیکل کو شہزادہ کا لقب دے کر خود حکومت شروع کر دی۔

۱۹۴۰ء میں مائیکل نے زبردستی اپنے باپ کو تخت چھوڑنے پر مجبور کیا اور خود بادشاہ بن گیا۔ جنگ عظیم دوم میں مائیکل جرمن قوم کے ساتھ تھا۔ لیکن ۱۹۴۴ء میں اس نے اپنے ملک کی نازی حکومت کو برطرف کر دیا۔

اگرچہ تین ہی سال بعد کمیونسٹوں نے اسے بھی حکومت چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ مائیکل ہی کی طرح بلغاریہ کے سابق شاہ سیمون ۴۰ سال سے رابطہ رکھے ہوئے ہیں۔ اور کئی سال تک انہوں نے بلگیرین باشندوں کی مختلف طریقوں سے مدد کی ہے اب وہ بلگیریا کی کمیونسٹ پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ اگر بلگیریا کے لوگ متحد ہو جائیں اور چاہیں تو بادشاہت کا دوبارہ اجرا کیا جا سکتا ہے۔ ۱۹۴۳ء میں ان کے باپ بورس سوئم کی وفات پر پرنس کے سرپرست سیرل کو گولی مار دی گئی تھی اور بچہ بادشاہ کو کمیونسٹوں نے قید کر دیا تھا۔ وہ مصر اور اس کے بعد سپین میں زندگی گزارتے رہے ہیں وہ ایک کامیاب "تاجر" ہیں اور نہایت آسانی کے ساتھ ۷ زبانیں بول سکتے ہیں۔ انہیں اس بات کی امید ہے کہ وہ کسی روز پھر بلگیریا کے تخت پر جا بیٹھیں گے اس سلسلے میں وہ سپین کے بادشاہ کی مثال دیتے ہیں۔ جو ان کے ذاتی دوست ہیں۔ سپین کے بادشاہ کو فرانسسکو فرانکو جو ڈکٹیٹر تھے کی وفات کے بعد ۱۹۷۵ء میں تخت دوبارہ نصیب ہوا تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ملک کی بہت مدد کی ہے۔ سیمون کہتے ہیں کہ بلغاریہ کے لوگ بھی سپین کی مثال دیتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی سابق بادشاہ اس انتظار میں بیٹھے ہیں کہ ان کے ملک میں انقلاب آئے۔ اور لوگ انہیں واپس بلا کر تخت و تاج ان کے حوالے کر دیں۔

مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھ کو سدا
رنج و غم یاس و الم فکر و بلا کے سامنے

چوہدری مبارک مصلح الدین احمد

جنگ عظیم دوم اور کمپیوٹر

اپنے مضمون "کمپیوٹرز اور ان کا استعمال" (مطبوعہ الفضل ۱۶ دسمبر ۱۹۸۹ء) میں خاکسار نے بہت سے ایسے میدانوں کی نشان دہی کی تھی جن میں کمپیوٹرز کا استعمال نہ صرف نہایت مفید اور ضروری ہو گیا ہے بلکہ ان میں اب کمپیوٹرز کے بغیر گزارہ ہی نہیں۔ جنگ کے میدان میں بھی فتح اور کامیاب دفاع کا انحصار کمپیوٹرز پر ہے۔

دوسری جنگ عظیم میں اتحادیوں کی فتح اور نازیوں کی شکست کی بڑی وجہ کمپیوٹر ٹیکنالوجی کی ڈیولپمنٹ تھی۔ اس جنگ کے دوران جرمن سائنسدانوں نے کمپیوٹر ڈیزائننگ میں بڑی مؤثر پیش رفت کی بلکہ ۱۹۴۰ء میں انہوں نے ہٹلر کی خدمت میں باقاعدہ منصوبہ پیش کیا جس پر عمل کر کے جنگ میں اہم کردار ادا کیا جا سکتا تھا لیکن ہٹلر اپنے زعم میں یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ وہ جنگ جیت ہی چکا ہے۔ لہٰذا اس نے سائنسدانوں کی اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی اور ان کی تجویز رد کر دی۔ دوسری طرف برطانیہ کے سائنسدان دن رات کام کر کے جلد ہی ایک خاص مقصد والا کمپیوٹر ڈیزائن کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کا نام COLOSSUS رکھا گیا۔ یہ جرمن فوج کے ریڈیائی مواصلاتی نظام کے کوڈ (CODES) پکڑنے اور معلوم کرنے کے کام آیا۔ اور جرمن فوج اس امر سے لاعلم رہتے ہوئے دوران جنگ انہی کوڈز کو استعمال کرتی رہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور برطانوی افواج جرمن افواج پر فتح پانے میں کامیاب ہو گئیں۔ ذرا سوچئے اگر کمپیوٹر ٹیکنالوجی میں جرمنی کے تجربات اور برطانیہ کے تجربات اس کے برعکس ہوتے تو جنگ کی کیا شکل ہوتی؟ ظاہر ہے برطانیہ فتح نہ حاصل کر سکتا۔ اسی عرصہ میں پنسلوانیا یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر جان MACHLY سے امریکن افواج کے افسران نے درخواست کی کہ وہ کوئی ایسا کمپیوٹر بنا دیں جو میزائل اور مختلف گولوں کے خطوطِ حرکت (TRAJECTORIES) کا اندازہ اور پیش بندی بسرعت کم از کم وقت میں کر سکے۔ پروفیسر MACHLY اور اس کے شاگرد ECKERT نے اپنے کام کی بنیاد IOWA یونیورسٹی کے پروفیسر ATANASOFF کے کام پر رکھی۔ ڈاکٹر اٹناسوف ۳۹-۱۹۳۸ء میں اپنے شاگردوں کے ریاضی کے مشکل سوالات کے حل کرنے کی مشین پر وقت صرف کرتا رہا۔ ایک رات اسے کمپیوٹر MEMORY اور متعلقہ LOGIC کو باہم جوڑنے کا خیال آیا اور بعد ازیں وہ اور اسکا نائب مسٹر بیری (BERRY) سب سے پہلا برقی ذرائع استعمال کرنے والا عددی کمپیوٹر (DIGITAL COMPUTER) بنانے میں کامیاب ہو گئے جو مخصوص قسم کے سوالات اور مسائل حل کر سکتا تھا۔ اس کمپیوٹر کو "ABC" کا نام دیا گیا جو مخفف ہے (ATANASOFF-BERRY COMPUTER) کا۔ ۱۹۴۱ء میں پروفیسر MACHLY کی ان سے ملاقات ہوئی اور اس نے ABC کو کمپیوٹر ڈیولپمنٹ کے اگلے قدم کے لئے استعمال کرنے کی سعی کی۔ لیکن بدقسمتی سے یہ لوگ PATENT حاصل کرنے کے چکر میں مقدمہ بازی میں الجھ گئے جس کا فیصلہ بالآخر ۱۹۷۳ء میں فیڈرل کورٹ نے ATANASOFF کے حق میں دیا لیکن بہرحال جنگ کے دوران ہی MACHLY اور ECKERT اس قابل ہو گئے کہ انہوں نے ABC کے اصولوں کو استعمال کرتے ہوئے ڈرامائی انداز میں ایک بہت کارآمد کمپیوٹر موسومہ بہ "ENIAC" ایجاد کر لیا۔

ENIAC مخفف ہے ELECTRONIC NUMERICAL INTEGRATOR and COMPUTER کا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پروفیسر ماکلے اور ایکرٹ نے اٹناسوف کے کام سے خاصا استفادہ کیا لیکن ان کو مطلوبہ کام کے حصول میں نہایت دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ جو مشین وہ بنانا چاہتے تھے اس سے میزائلوں اور دیگر آرٹلری کی ٹریجیکٹریز کے اندازہ اور پیش بندی کے لئے درکار وقت کو ۱۵ منٹ سے کم کر کے ۳۰ سیکنڈ کرنا مقصود تھا۔ اس مقصد کے لئے ان کو ۱۸ ہزار خلا والی ٹیوبیں (VACCUM TUBES) استعمال کرنا تھیں جنہوں نے بیک وقت عمل کرنا تھا اتنا بڑا کام اس سے پہلے کسی کو کرنے کا تجربہ نہ تھا۔ اس سکیم پر بہت سی تنقید بھی ہوتی رہی۔ بہرصورت اس منصوبہ کیلئے چار لاکھ ڈالر کا فنڈ منظور کیا گیا۔ لیکن باوجودیکہ اس پر ۲۴ گھنٹے مسلسل ۲½ سال تک کام ہوتا

باقی ص ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پروفیسر حبیب اللہ خان
ربوہ

زمین کا ہوائی کرہ

قسط نمبر ۱

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”وہ (عقلمند) جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے بارے میں غور و فکر سے کام لیتے ہیں وہ پکار اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے اس عالم کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ تو ایسے بے مقصد کام کرنے سے پاک ہے پس تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا (اور ہماری زندگی کو بے مقصد بننے سے بچالے)“ (آل عمران ۱۹۲) اگر اس حکم پر سنجیدگی سے عمل کیا جائے تو ہمیں خواص اشیاء کا علم ہوتا ہے۔ ہم سمجھنے لگتے ہیں کہ کارخانہ عالم کس طرح چل رہا ہے۔ اس میں کیا کیا طاقتیں کارفرما ہیں اور کیسی کیسی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ اس آگہی سے ہم اپنے خالق کو شعوری طور پر پہچاننے لگتے ہیں۔ اور ہمیں اس کی قدرتوں، حکمتوں اور دانش پر یقین محکم پیدا ہوتا ہے اور دل شکر سے لبریز اور پیشانی بے اختیار حمد و ثنا کے ساتھ سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔

یہ بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ ہوا ہماری اور تمام جانداروں کی زندگی اور بقا کے لئے ازبس ضروری ہے لیکن بہت کم لوگ قدرت کے اس عظیم عطیہ کی صحیح قدر و قیمت سے واقف ہیں۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے ”ہم نے نچلے آسمان کو روشنیوں کے ساتھ خوبصورت بنایا ہے اور (علاوہ خوبصورت بنانے کے) حفاظت کے لئے بھی اس میں سامان پیدا کئے ہیں اور یہ غالب اور جاننے والے خدا کی تقدیر ہے“ (حم سجدہ ۱۳) آسمان کسی خاص چیز یا جگہ کا نام نہیں۔ قرآن کریم نے یہ لفظ بلندیوں کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ہوا جن حدود میں پھیلی ہوئی ہے وہ بھی زمین کے لحاظ سے ایک بلندی ہے اس طبقہ کو خدا نے اپنی قدرت کاملہ سے عجیب خواص سے نوازا ہے جو زندگی کے لئے بیحد مفید اور ضروری ہیں۔ اگر زمین کے گرد ہوا کا یہ غلاف نہ ہوتا تو اس پر نہ سبزہ ہوتا نہ حیوانی زندگی کے آثار ملتے۔ وہ ایک بے رونق کرہ ہوتا۔ جس کی وہ طرف جو سورج کے سامنے ہوتی جھلسی ہوئی ہوتی اور اس کا درجہ حرارت ۱۰۰ درجہ سنٹی گریڈ (پانی کا درجہ کھولاؤ) سے یقیناً زیادہ ہوتا۔ اس کے برعکس وہ طرف جو مخالف سمت میں ہوتی وہاں سخت سردی کا دور دورہ ہوتا اور ہر چیز منجمد حالت میں ہوتی۔ زمین پر نہ سمندر ہوتے نہ دریا نہ بارشیں برستیں نہ کسی قسم کی روئیدگی ہوتی۔ غرض زمین کا سارا ماحول ایسا ہوتا جہاں کسی جاندار کے زندہ رہنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ چاند بھی زمین کی طرح کا ایک کرہ ہے مگر وہاں ہوا موجود نہیں۔ دن کے وقت اس کا درجہ حرارت ۱۰۰ درجہ سنٹی گریڈ (پانی کا درجہ کھولاؤ) ہوتا ہے اور رات کے وقت گر کر منفی ۱۸۰ درجہ (-۱۸۰) ہو جاتا ہے اس قدر پست درجہ حرارت پر ہوا بھی مائع بن جاتی ہے۔ پھر دن کے وقت اگر آپ سورج کے بالکل سامنے ہوں یعنی دھوپ میں ہوں تو جسم جل بھن کر کوئلہ ہو جائے اور اگر کسی چیز مثلاً پہاڑ کی اوٹ میں ہوں جہاں براہ راست شعاعیں جسم پر نہ پڑیں تو جسم پر کپکپی طاری ہو جائے۔ حرارت کی یہ شدید تبدیلیاں حیات کیلئے سخت مضر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چاند پر کسی قسم کی کوئی حیات موجود نہیں۔ زمین پر ہوا سورج کی شعاعوں کے ایک حصہ کو جذب کر لیتی ہے۔ اور درجہ حرارت میں فوری طور پر انتہائی تبدیلیاں وقوع پذیر نہیں ہوتیں۔ ہوا جو ہمیں نظر بھی نہیں آتی یہ اسی کا کرشمہ ہے کہ ہماری زمین قسما قسم کے جانوروں اور رنگ برنگ کے پھولوں، پھلوں اور سبزیوں کے باعث باغ و بہار کا نقشہ پیش کر رہی ہے۔ زیر نظر مضمون میں ایک غالب اور علیم و خبیر خدا نے حیات کی بقا اور اس کی حفاظت کے لئے جو سامان پیدا کئے ہیں ان کی ایک جھلک دکھلانے کی کوشش کی گئی ہے۔

سورج سے جو توانائی خارج ہوتی ہے وہ کئی قسم کی لہروں پر مشتمل ہوتی ہے کچھ لہریں گرمی پیدا کرتی ہیں کچھ روشنی دیتی ہیں۔ اور کچھ دوسرے اثرات پیدا کرتی ہیں مؤخر الذکر لہروں میں سے ایک کو بالائے بنفشی شعاعیں (الٹرا وائلٹ ریز) کہتے ہیں۔ یہ انسانی جسم پر بعض مضر اثرات ڈالتی ہیں۔ ان کی وجہ سے ہی رنگ سیاہ ہوتا ہے اور ضربۃ الشمس یعنی لو لگنے کی تکلیف پیدا ہوتی ہے۔ ان لہروں کا بیشتر حصہ ہوا میں ہی جذب ہو جاتا ہے اور ہم ان کے مضر اثرات سے بڑی حد تک محفوظ رہتے ہیں۔ ہوا ان شعاعوں کے لئے ایک فلٹر کا کام دیتی ہے۔ مضر قسم کی شعاعیں ہوا میں سے گزرتے وقت جذب ہو جاتی ہیں اور حیوانات ان کے اثر سے محفوظ رہتے ہیں۔

سماوی کرّوں سے جو شعاعیں زمین کی طرف آتی ہیں انہیں کائناتی شعاعیں (کاسمک ریز) کہتے ہیں۔ ان شعاعوں کا مبداء کہاں ہے اس کا ابھی پوری طرح علم نہیں ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر چاروں طرف سے ان کی یلغار ہو رہی ہے۔ یہ شعاعیں مادے کے ایسے باریک ذرات پر مشتمل ہیں جن میں ہائیڈروجن، ہیلیم اور بعض دوسرے عناصر کے مرکزے موجود ہوتے ہیں۔ یہ نہایت تیز رفتار ذرات ہیں جن کی توانائی ایٹم بم کی توانائی سے لاکھوں گنا زیادہ ہوتی ہے۔ اگر یہ بلا روک ٹوک ہم تک پہنچ جائیں تو بڑی تباہی مچا دیں لیکن خوش قسمتی سے ہوا میں سے گزرتے ہوئے اس میں موجود گیسوں کے سالموں سے ٹکرا کر وہ اپنی توانائی کا بیشتر حصہ کھو دیتے ہیں۔ اس تصادم کے نتیجہ میں مزید تصادم پیدا ہوتے ہیں اور گیسوں کے سالمے ٹوٹ کر بکھرتے اور دوسرے سالموں سے ٹکراتے ہیں۔ ان تصادموں کے نتیجہ میں اوپر سے آنے والی توانائی منتشر ہوتی رہتی ہے اور ہوا کے سالمے کائناتی شعاعوں کے لئے بریکوں کا کام دیتے ہیں۔ ٹکراؤ کا یہ عمل بار بار دہرایا جاتا ہے اور ہر تصادم کے باعث توانائی میں کمی آتی ہے تاہم زمین تک پہنچنے والے ذروں میں اتنی توانائی باقی رہتی ہے کہ وہ نہ صرف ہمارے جسم میں سے گزر جاتے ہیں بلکہ سینکڑوں گز زمین کے اندر تک پہنچ جاتے ہیں ان کا اثر سمندر کی تہہ تک بھی پایا گیا ہے۔ ہوا کا غلاف ان ذروں کی یورش اور ان کے بد اثرات سے ہمیں محفوظ رکھتا ہے۔

ان شعاعوں کے علاوہ ایک اور خطرہ ہے جس سے ہوا ہمیں بچاتی ہے۔ رات کو کئی مرتبہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اچانک آسمان پر ایک چنگاری سی نمودار ہوتی ہے جو کچھ دور چل کر غائب ہو جاتی ہے۔ عام طور پر اسے تاروں کا ٹوٹنا کہا جاتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کوئی تارہ نہیں ٹوٹتا۔ درحقیقت سماوی کرّوں کی طرح بے شمار چھوٹے بڑے سنگریزے سورج کے گرد گھوم رہے ہیں۔ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بچا کھچا کونی مادہ ہے جو خلا میں جا بجا بڑی مقدار میں پھیلا ہوا ہے اور بڑی تیزی سے دوسرے کرّوں کی طرح گردش کر رہا ہے ان سنگریزوں میں سے اکثر جسامت میں ریت کے موٹے دانوں یا چنوں کے برابر ہوتے ہیں لیکن بعض بڑے بھی ہوتے ہیں جن کا وزن کئی سیر سے لے کر کئی من بلکہ کئی ٹن (ایک ٹن = ۲۸ من) تک ہوتا ہے۔ ان کو شہاب ثاقب کہتے ہیں۔ ان کی رفتار ۳۲ ہزار سے پونے دو لاکھ میل فی گھنٹہ تک ہوتی ہے۔ زمین کی کشش کے باعث جب یہ ہوا کے خول میں داخل ہو جاتے ہیں تو ان میں سے اکثر ہوا میں ہی جل کر ختم ہو جاتے ہیں (یہ عمل تقریباً اسی میل کی بلندی پر واقع ہوتا ہے) اور ان کی راکھ فضاء میں منتشر ہو جاتی ہے لیکن جو ذرا بڑے ہوتے ہیں وہ جزوی طور پر جل کر زمین پر گر جاتے ہیں اور جنگلوں کو آگ لگا دیتے ہیں جو زیادہ بڑے ہوتے ہیں ان کی وجہ سے زمین میں گڑھے پڑ جاتے ہیں۔ شمالی امریکہ کے صحرائے ایریزونا میں ایک گڑھا ہے جو پون میل چوڑا اور تین چار سو فٹ گہرا ہے جو کئی صدیاں قبل کسی بڑے شہاب کے گرنے سے پیدا ہوا تھا۔ ۱۹۰۸ء میں سائبیریا (روس) میں ایک بڑا شہاب گرا تھا جس کے دھماکے سے میلوں تک درخت جھلس گئے تھے۔ راقم الحروف نے اپنی طالب علمی کے زمانہ میں قادیان کے ہائی سکول کی لیبارٹری میں ایک شہاب دیکھا جو چھوٹے امرود کے برابر تھا اور دھات کی طرح چمکدار تھا۔ ایسے شہاب یا تو بالکل پتھر ہوتے ہیں یا پتھر اور لوہا ملا ہوا۔ بعض خالص لوہے کے بھی ہوتے ہیں ان کے نمونے عجائب گھروں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ شہاب کی یورش رات دن چوبیس گھنٹے جاری رہتی ہے۔ اندازہ ہے کہ ایک دن رات میں تقریباً دس کروڑ ”تارے ٹوٹتے“ ہیں اور ان کے جل اٹھنے سے دو ہزار ٹن راکھ روزانہ زمین پر گرتی ہے۔ یہ عمل لاکھوں سال سے ہو رہا ہے۔ اگر یہ سب ٹھوس مادے بغیر کسی روک کے زمین پر گرتے تو زمین کے رہنے والے کبھی کے فنا ہو چکے ہوتے۔ لیکن قدرت نے ہوا کے غلاف کے ذریعہ ان کی مضرت سے بچایا ہوا ہے۔ ہوا اندازاً ایک ہزار میل تک پھیلی ہوئی ہے۔ ہم اسے ہوائی کرہ (ATMOSPHERE) کہتے ہیں۔ اس کی نوعیت اوپر سے نیچے تک ایک جیسی نہیں۔ خواص کے اعتبار سے ہم اسے کئی پرتوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ہر تہہ کی کچھ خصوصیات دوسروں سے مختلف ہیں۔ ان کی شناخت کے لئے ہر تہہ کا الگ نام تجویز کیا گیا ہے۔ ان کی تفصیل قارئین کے لئے دلچسپی کا موجب ہو گی۔ ہوا کی ایک تہہ وہ ہے جو سطح سمندر سے تقریباً آٹھ دس میل تک پھیلی ہوئی ہے اس حصہ کو ہم فضائے متغیرہ (TROPOSPHERE) کہہ سکتے ہیں۔ یہ وہ حصہ ہے جہاں گرد و پیش میں ہر لحظہ تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ نرم و خوشگوار ہوائیں چلتی ہیں، آندھیاں آتی ہیں۔ باد و باراں کے طوفانوں سے تباہی مچتی ہے۔ اولے برستے ہیں، کہر و دھند پھیلتی ہے، شبنم اپنی خنکی سے لوگوں کو لطف اندوز کرتی ہے۔ موسموں میں تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ غرض زندگی کی بہاریں اسی طبقہ میں پائی جاتی ہیں۔ یہ طبقہ قطبین پر تقریباً پانچ میل کی بلندی تک ہوتا ہے لیکن استوائی علاقے میں اس کی بلندی آٹھ سے دس میل ہو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے۔ اس حصہ میں درجہ حرارت بلندی کے ساتھ کم ہونے لگتا ہے یہانتک کہ صفر سے پچاس ساٹھ درجے نیچے تک جا پہنچتا ہے۔ اگرچہ کل ہوائی کرہ کے مقابلہ میں یہ تہہ بہت پتلی معلوم ہوتی ہے لیکن اس کا وزن ہوا کے کل وزن کا تین چوتھائی ہوتا ہے۔ تین میل کی بلندی پر ہوا کا وزن نصف رہ جاتا ہے اور دس میل پر قریباً ایک چوتھائی۔ جب ہم زمین پر رہتے ہیں تو ہمارے سارے جسم پر ۱۴٫۷ پونڈ فی مربع انچ کے حساب سے کم و بیش تین سو من کا وزن پڑ رہا ہوتا ہے۔ ہم اس بوجھ کو اس لئے محسوس نہیں کرتے کہ جسم کے اندر کی ہوا بھی اسی قدر دباؤ باہر کی طرف ڈالتی ہے لیکن جب ہم بلندی پر جائیں تو بیرونی دباؤ کی کمی کے باعث ہمیں بڑی بے چینی محسوس ہوتی ہے۔ رگیں پھول کر پھٹنے لگتی ہیں یہی وجہ ہے کہ کوہ پیما اور خلانورد ایک خاص قسم کا لباس پہنتے ہیں جس میں ہوا دباؤ کے تحت بھری ہوتی ہے اور ہمارے جسم کو پھولنے اور پھٹنے سے بچائے رکھتی ہے۔

آٹھ میل کے بعد ہوا کا ایک اور طبقہ آتا ہے جو کم و بیش چالیس تا ساٹھ میل تک پھیلا ہوا ہے۔ اسے فضائے قائمہ (STRATOSPHERE) کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس طبقہ میں فضا پُرسکون رہتی ہے، نہ آندھی نہ بارش۔ لیکن درحقیقت سکون تو یہاں بھی نہیں مگر ہوا کے سالموں کی کمی کے باعث تغیر کا احساس نہیں ہوتا۔ اگر وہاں کی فضا میں دو سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے آندھی آنا فرض کرلیں تو اس سے سر کا ایک بال بھی نہیں ہلے گا کیونکہ ہوا نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس خطہ میں درجہ حرارت ۸ سے ۲۴ میل تک یکساں رہتا ہے یعنی صفر سے ۵۵ درجے سنٹی گریڈ نیچے۔ اس کے بعد بڑھنے لگتا ہے اور ۳۶ میل کی بلندی پر پہنچ کر پھر صفر تک آجاتا ہے بعد ازاں پھر گرنے لگتا ہے اور پچاس میل کی بلندی پر منفی ستر درجے سنٹی گریڈ ہوجاتا ہے یہ درجہ حرارت کی کمی کی آخری حد ہوتی ہے۔ اس کے بعد بلندی کے ساتھ وہ مسلسل بڑھتا رہتا ہے۔ چھ سو میل کی بلندی پر درجہ حرارت بڑھ کر ۴ ہزار سنٹی گریڈ تک جا پہنچتا ہے۔ زائد بلندی پر درجہ حرارت میں بھی زیادتی ہوتی جاتی ہے۔ شاید یہ سمجھا جائے کہ یہ تو محض ایک افسانہ ہے ورنہ خلا میں جو خلاباز یا راکٹ جاتے ہیں وہ اس قدر اعلیٰ تپش سے کیونکر بچ سکتے ہیں بات دراصل یہ ہے کہ گرمی کا احساس دو چیزوں پر منحصر ہے۔ اوّل درجہ حرارت کی بلندی، دوم ہوا کے سالموں کی تعداد، خوش قسمتی سے خلا میں ہوا کے سالموں کی تعداد اس قدر کم ہوتی ہے کہ اعلیٰ تپش کے باوجود گرمی کا احساس نہیں ہوتا۔ تھرماس بوتل میں ابلتی ہوئی چائے بھر دی جائے تو اس کی بیرونی سطح پر گرمی کا بالکل احساس نہیں ہوتا کیونکہ تھرماس کی دوہری دیوار کے درمیان سے ہوا خارج کردی جاتی ہے۔

فضائے قائمہ کے نچلے حصہ میں یعنی دس سے اٹھارہ میل کے درمیان اوزون گیس پائی جاتی ہے جو آکسیجن کے سالموں پر اوپر سے آنے والی شعاعوں کی ضرب سے پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ اوزون کی تہہ بہت پتلی ہوتی ہے تاہم اس کی موجودگی بڑے مفید نتائج کی حامل ہے اس کی وجہ سے سورج سے آنے والی بالائے بنفشی شعاعیں اور ایکسریز وغیرہ کے لئے جنکا طول موج (WAVE LENGTH) ۲۹۰۰ آنگسٹرام یونٹ سے کم ہے (ایک آنگسٹرام یونٹ = ۸-۱۰ سم) غیر شفاف ہو جاتی ہے اور وہ نیچے اترنے نہیں پاتیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ ہمارا جسم ان شعاعوں کی مضر اثرات سے اوزون کی وجہ سے محفوظ رہتا ہے۔

بقیہ:۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

ہے تم کرکے تو دیکھو۔ چنانچہ اس نے ویسا ہی کرنا شروع کر دیا خود تنگ سے تنگ رہ کر بھی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا شروع کردیا۔ نتیجۃً واقعی اس کی مالی حالت پہلے سے کہیں بہتر ہوگئی۔ اور وہ اپنے چندوں کی ادائیگی میں بھی باقاعدہ ہوگیا۔

قارئین کرام! اپنے اس وقت کے حالات میں راقم نے بھی اپنے استاذی المکرم حضرت میرداد صاحب کے بتائے ہوئے نسخہ پر عمل شروع کر دیا۔ خدا گواہ ہے کہ مجھ پر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص فضل فرمایا کہ مجھے آج تک کوئی مالی مشکل پیش نہیں آئی۔ اس نے میری قلیل تنخواہ میں ہی بغیر کوئی مالی امداد حاصل کئے میرے حالات کو بہتر سے بہتر بنا دیا جس پر میں اس کے احسانات کا جسقدر بھی شکر ادا کروں کم ہے۔

اس وقت شاید ہی کوئی بھائی جماعت احمدیہ میں ایسا ہوگا جس نے کبھی یہ تجربہ نہ کیا ہو۔ کہ جس سال اس نے امام وقت کی آواز پر اللہ کی راہ میں دیئے جانے والے چندہ جات عام، حصہ آمد، جلسہ سالانہ اور زکوٰۃ اموال کے علاوہ وہ تمام طوعی چندہ جات تحریک جدید وغیرہ میں جتنا حصہ دوران سال لیا ہوگا اس سے کہیں بڑھ کر ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں غیب سے دیئے جانے کے سامان کر دیئے ہوں گے۔

اس عاجز کا تو ذاتی تجربہ بھی یہی ہے جو میں نے اپنے والدین سے بچپن میں سیکھ لیا تھا کہ اللہ کی راہ میں دیئے گئے اموال سے کبھی کوئی کمی رزق میں نہیں آتی۔ بلکہ برکت ہی برکت ملتی ہے۔ پس میری احباب جماعت اور بالخصوص نوجوانان احمدیت کی خدمت میں یہی درخواست ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرکے تو دیکھیں۔ یہ تو محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے جو آج ہمیں اپنے جماعتی چندوں کو ادا کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اور یہ بھی صرف نظام قدرت ثانیہ کے طفیل ہے

بقیہ:۔ کمپیوٹر

رہا ENIAC وقت پر معرض وجود میں آکر جنگ کی جدوجہد میں ممد نہ ہوسکا تاہم کام جاری رہا اور فروری ۱۹۴۶ء کو دنیا نے پہلا ہمہ مقصد برقیاتی عددی کمپیوٹر دیکھا جو کہ بہت ہی اثر آفرین تھا یہ ایک بہت بڑے کمرے میں ۱۵۰۰ مربع فٹ جگہ گھیرنے والی ۳۰ ٹن مشین تھی جس میں تین سو اعداد فی سیکنڈ نمٹنے کی استطاعت تھی اور اس کے ذریعہ دو اعداد کی باہمی ضرب کا عمل صرف ۳ ملی سیکنڈ یعنی سیکنڈ کے ۳/۱۰۰۰ ویں حصہ میں کیا جاسکتا تھا۔ اس مشین کے استعمال میں سب سے بڑا مسئلہ بجلی کی غیر معمولی کھپت تھی۔ یہ ۱۵۰۰۰۰ واٹ بجلی استعمال کرتا تھا جس سے بہت گرمی پیدا ہوجاتی تھی اور اسے ٹھنڈا کرنا ایک مسئلہ تھا۔ اس کی سٹور کرنے کی استطاعت بھی بہت کم تھی۔ اور سب سے بڑی خرابی اس کا INFLEXIBLE ہونا تھا یعنی ہر دفعہ جب پروگرام تبدیل کرنا ہوتا تو اس کی وائرنگ نئے سرے سے کرنی پڑتی۔

آخری مشکل کی دوری کا کام یعنی نئے پروگرام کے لئے REWIRING سے نجات ہنگری نژاد مشہور و معروف ریاضی دان ڈاکٹر جان فان نیومین (JOHN VON NEUMANN) نے دلائی۔ اس ریاضی دان نے جو کمپیوٹر بنایا اسے EDVAC کہتے ہیں جو مخفف ہے ELECTRONIC DISCRETE VARIABLE AUTOMATIC COMPUTER کا۔ ڈاکٹر نیومین ایک روز ۱۹۴۵ء میں ایبرڈین (میری لینڈ) کے اسٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں کھڑا تھا کہ اتفاق سے اس کی ملاقات ENIAC ڈیولپمنٹ ٹیم سے ہوگئی۔ ڈاکٹر نیومین ان دنوں نیوکلیئر اسلحہ کی ڈیزائننگ کا کام کر رہا تھا اپنی ٹیڑھی اور خاصی مشکل مساوات کے حل کرنے کا کام اس نے تیز رفتار ENIAC سے لینا شروع کیا۔ اس اتفاقی ملاقات کے نتیجہ میں ڈاکٹر نیومین پنسلوینیا یونیورسٹی میں ہی ENIAC ٹیم کے ساتھ خصوصی مشیر کے طور پر شامل ہوگیا اور جب امریکن آرمی نے مزید طاقتور کمپیوٹر کی درخواست اس یونیورسٹی سے کی تو ڈاکٹر نیومین نے جلد ہی EDVAC بنا کر پیش کر دیا۔ جس کی خصوصیت یہ تھی کہ یہ تمام پروگرامی ہدایات کمپیوٹر کے اندر STORE کرلیتا تھا اور جب ایک پروگرام سے دوسرے پر جانا ہوتا تو بجائے REWIRING کے یہ سیکنڈ سے بھی کم وقت میں کمپیوٹر سٹوریج کی ہدایات کو "READ" کر کے کمپیوٹر کو نئے پروگرام پر جانے کا حکم دے دیتا۔ EDVAC کی ایجاد نے کمپیوٹرز کی دنیا میں ایک انقلاب برپا کردیا۔ چنانچہ اب یہ کئی نئے کام کرنے لگا اور کئی کئی لائنوں میں اس کا استعمال بہت ہی فائدہ بخش ثابت ہوا نتیجۃً COMPUTER AGE شروع ہوگئی

گر حُسن کو فطرت سے کچھ درد ملا ہوتا
ہم ہجر کے ماروں پہ احسان بڑا ہوتا

کیا تجھ کو خبر بیتی ہم پہ جو محبت میں!
اے کاش کبھی تُو نے یہ زہر پیا ہوتا

دنیا میں نہ ہوتی یوں غارت گری خوں ریزی
اس خاک کے پُتلے کو گر زر نہ ملا ہوتا

پھیرے نہ لگے ہوتے ہم اہلِ محبت پر
زاہد نے بھی بھولے سے گر عشق کیا ہوتا

یُوں مرتے نہ ہم انجم جی لیتے ابھی کچھ دن
دُنیا میں اگر کوئی دَم ساز ملا ہوتا

امان اللہ انجم۔ ادرحماں

اگر ہزار بَلا ہو تو دل نہیں ڈرتا
ذرا تو دیکھئے کیسا ہے حوصلہ دل کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

واقفین نو

محمد طارق ابن حافظ محمد صدیق صاحب
کوارٹر دار الضیافت ربوہ

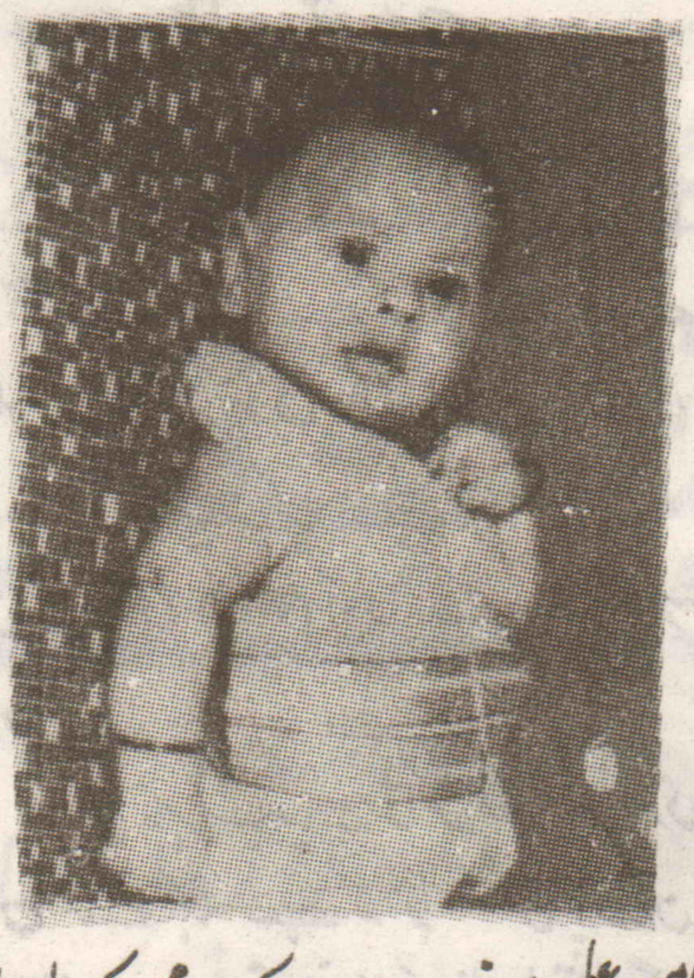

امیر علی ابن اے۔ کے۔ محمد کویا صاحب
کالی کٹ کیرالہ ۔ انڈیا

انصر احمد ملک ابن صفی اللہ ملک صاحب
۱۷/۷ دار الرحمت غربی ربوہ

صباح الدین احمد ابن نعیم اللہ صاحب رفیق
۴/۵ دار الیمن وسطی ربوہ

قمر سلیمان احمد ابن ملک عبد الرشید صاحب
۵/۳۹ دار العلوم شرقی ربوہ

حبیب احمد شیخ ابن نصیر احمد شیخ صاحب
ایڈیشنل سکرٹری جوبلی ربوہ

عبد السمیع ابن مبارک احمد نجیب صاحب
چوک محلہ ننکانہ صاحب

سلمان احمد مصطفیٰ ابن ارادت احمد جاوید صاحب
قادیان

وصایا

ضروری نوٹ

مندرجہ ذیل وصایا مجلس کار پرداز کی منظوری سے قبل اسلئے شائع کی جارہی ہیں کہ اگر کسی شخص کو ان وصایا میں سے کسی کے متعلق یا کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو دفتر بہشتی مقبرہ کو پندرہ یوم کے اندر اندر تحریری طور پر ضروری تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

سیکرٹری
مجلس کار پرداز ۔ ربوہ

مسل نمبر ۲۷۲۵۰: میں سارے بی بی زوجہ عبد اللطیف صاحب قوم حاجی پیشہ خانہ داری عمر ۴۵ سال بیعت ۱۹۶۵ء ساکن افغانستان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹/۷/۸۹ میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہو گی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ حق مہر /۵۰۰ روپے اس وقت مجھے مبلغ /۱۰۰ روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہو گی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی۔ اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کار پرداز کو کرتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی وصیت حاوی ہو گی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ الامتہ۔ سارے بی بی افغانستان۔ گواہ شد نمبر عبد الرحیم صابر معلم وقف جدید۔ گواہ شد نمبر محمد اسماعیل افغان مہاجر۔

مسل نمبر ۲۷۲۶۶: میں منظور احمد سدھو ولد غلام حیدر سدھو قوم سدھو پیشہ مزدوری عمر ۶۳ سال بیعت ۱۹۴۰ء ساکن دھلے ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۳/۸۸ میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہو گی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ (۱) دو منزلہ مکان واقع علامہ اقبال کالونی گلی نمبر ۱ مالیتی /2,00,000 روپے (۲) پلاٹ ۱۰ مرلہ واقع نصرت آباد ربوہ مالیتی /25000 روپے اس وقت مجھے مبلغ /۱۰۰۰ روپے ماہوار بصورت محنت مزدوری مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہو گی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا۔ اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کار پرداز کو کرتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی وصیت حاوی ہو گی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ العبد۔ منظور احمد سدھو علامہ اقبال کالونی صدیق اکبر ٹاؤن P.O دھلے ضلع گوجرانوالہ۔ گواہ شد نمبر ۱۔ محمد یٰسین مربی سلسلہ گواہ شد نمبر ۲۔ احمد دین۔ ۱۴۵۱۷ گلشن آباد گلی نمبر ۲ ۔ گوجرانوالہ

مسل نمبر ۲۷۲۶۷: میں رضیہ بیگم زوجہ سردار مجید الدین صاحب قوم راجپوت پیشہ خانہ داری عمر ۵۰ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن P/O 2/1RA خاص ضلع اوکاڑہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۷/۸۸ میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہو گی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے (۱) حق مہر پانچ ہزار روپے (۲) زیورات طلائی ۵ تولہ مالیتی /۱۶۸۷۸ روپے۔ اس وقت مجھے مبلغ /۲۰۰ روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہو گی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کار پرداز کو کرتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی وصیت حاوی ہو گی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ الامتہ۔ رضیہ بیگم زوجہ سردار مجید الدین P.O 2/1RA خاص ضلع اوکاڑہ۔ گواہ شد نمبر ۱۔ سردار حمید الدین خاوند موصیہ گواہ شد نمبر ۲۔ رانا نذیر احمد ولد رانا غوث محمد صاحب 2/1R.A اوکاڑہ۔

قادر ہے وہ بارگہ ٹوٹا کام بنا دے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ نومبر ۱۹۸۹ء کے بارے میں
ایک ضروری نوٹ

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۸۹ء میں ایک حصّہ شائع ہونے سے رہ گیا تھا۔ اب لندن سے یہ حصّہ موصول ہوگیا ہے۔ یہ خطبہ جمعہ الفضل ۱۱ دسمبر میں شائع ہوا ہے۔ اس شمارے کے صفحہ ۳ پر سطر نمبر ۳۵ کے بعد مندرجہ ذیل عبارت کا اضافہ نوٹ کر لیا جائے۔

چوتھی بات غریب کی ہمدردی اور دکھ دور کرنے کی عادت ہے یہ بھی بچپن سے ہی پیدا کرنی چاہیئے جن بچوں کو نرم مزاج مائیں غریب کی ہمدردی کی باتیں سناتی ہیں اور غریب کی ہمدردی کا رجحان ان کی طبیعتوں میں پیدا کرتی ہیں۔ وہ خدا تعالےٰ کے فضل کے ساتھ مستقبل میں ایک عظیم الشان قوم پیدا کر رہی ہوتی ہیں جو خیر امت بننے کی اہل ہو جاتی ہیں لیکن وہ مائیں جو خود غرضانہ رویہ رکھتی ہیں اور اپنے بچوں کو ان کے اپنے دکھوں کا احساس تو دلاتی رہتی ہیں۔ غیر کے دکھ کا احساس نہیں دلاتیں۔ وہ ایک خود غرضانہ قوم پیدا کرتی ہیں۔ جو لوگوں کے لیۓ مصیبت بن جاتی ہے۔ اس لئے انسانی ہمدردی پیدا کرنا نہ صرف نہایت ضروری ہے بلکہ اس کے بغیر آپ اپنے اس اعلیٰ مقصد کو پا نہیں سکتے جس کے لیئے آپ کو پیدا کیا گیا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے .... اس لئے ہم اپنی زندگی کا قومی مقصد کھو دیں گے۔ اگر بچپن ہی سے اپنی اولاد کو لوگوں کی ہمدردی کی طرف متوجہ نہ کریں اور عملاً ان سے ایسا کام نہ لیں یا ان کو ایسے کام نہ سکھائیں جس کے نتیجے میں غریب کی ہمدردی ان کے دل میں پیدا ہو اور اس کی لذت یابی بچپن ہی سے شروع ہو جائے۔ لذت یابی سے مراد میری یہ ہے کہ اگر کسی بچے سے کوئی ایسا کام کروایا جائے جس سے کسی کا دکھ دور ہو تو اس کو ایک لذت محسوس ہوگی اگر محض زبانی بتایا جائے تو وہ لذت محسوس نہیں ہوگی اور جب تک نیکی کی لذت محسوس نہ ہو اس وقت تک نیکی دوام نہیں پکڑا کرتی۔ اس وقت تک یہ محض نصیحت کی باتیں ہیں۔ اس لئے اس کے دو پہلو ہیں، ایک تو آپ اپنے بچوں کو اچھی کہانیاں سنا کر سبق آموز نصیحتیں کر کے یا سبق آموز واقعات سنا کر غریبوں کی ہمدردی کی طرف مائل کریں۔ دکھ والوں کے دکھ دور کرنے کی طرف مائل کریں اور وہ شخص جو مصیبت زدہ ہے کسی تکلیف میں مبتلا ہے۔ یہ احساس پیدا کریں کہ اسکی مصیبت دُور ہونی چاہیئے اور اس کی تکلیف دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ خدمت کا جذبہ ان کے اندر پیدا کریں بلکہ اس کے ساتھ مواقع بھی مہیا کریں۔ یہاں عام طور پر ایسے مواقع میسّر نہیں آتے یعنی روزمرہ کی زندگی میں بھی کیونکہ یہ ایک ایسا ملک ہے جہاں امیروں اور غریبوں کے درمیان فاصلے بہت ہیں یا درمیانے طبقے کے لوگوں کے درمیان اور غریبوں کے درمیان بہت فاصلے ہیں لیکن ہمارے ملکوں میں یعنی غریب ملکوں میں، تیسری دنیا کے ملکوں میں تو غریب اور امیر ساتھ ساتھ رہتے ہیں ......

انوارِ قرآنی زمین پر محیط ہو جائیں گے

"گزشتہ پیر (یکم اگست ۱۹۶۶ء۔ ناقل) کے دن ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا اور تیسری رکعت کے قیام میں تھا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی غیبی طاقت نے مجھے اپنے تصرّف میں لے لیا ہے اور اُس وقت مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ جو نُور مَیں نے اُس دن دیکھا تھا وہ قرآن کا نور ہے جو تعلیم القرآن کی سکیم اور عارضی وقف کی سکیم کے ماتحت دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مہم میں برکت ڈالے گا اور انوارِ قرآن اسی طرح زمین پر محیط ہو جائیں گے جس طرح اس نور کو زمین پر محیط ہوتے دیکھا ہے۔"

(حضرت امام جماعت احمدیہ الثالث)

خبریں

ملکی خبریں

متحدہ اپوزیشن کے سربراہ مسٹر غلام مصطفیٰ جتوئی نے کہا ہے کہ اپوزیشن نے وفاقی حکومت کے خلاف ملک بھر میں احتجاجی مہم چلانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اسکی ابتداء پاکستان ٹیلیوژن اسلام آباد کے باہر مظاہرے سے ہوگی۔

امریکی ماہر سیاسیات ڈاکٹر تھامس پیری تھورنٹن نے کہا ہے کہ واشنگٹن پاکستان پر اپنی پالیسیاں مسلط نہیں کرنا چاہتا مگر پاکستانی سیاستدان خود ہی وہاں جا کر شور مچاتے ہیں۔ حالانکہ امریکہ کو نواز شریف اور بے نظیر کے جھگڑے سے کوئی سروکار نہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اب جنوبی ایشیا میں امریکی مفادات کم ہو گئے ہیں۔

وفاقی وزیرِ تجارت سید فیصل صالح حیات نے دعویٰ کیا ہے کہ پیپلز پارٹی کی پالیسیوں کی وجہ سے غیر ملکی سرمایہ کاری بڑھ رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ غیر ملکی ادویات کی قیمتوں میں مزید اضافہ کی قطعی کوئی گنجائش نہیں۔

جمیعت اشاعت توحید و سنت کے مرکزی نائب امیر سید ضیاء اللہ شاہ بخاری کو پولیس پارٹی کی حراست سے زبردستی چھڑانے اور ہلڑ بازی کرنے کے الزام میں سول لائنز پولیس گجرات نے ۲۰۰ افراد کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے۔ ضمانت منسوخ ہونے کے بعد پولیس نے انہیں گرفتار کرنا چاہا تو انکے حامیوں نے ہلڑ بازی کر کے انہیں چھڑا لیا

غیر ملکی خبریں

• سوویت جمہوریہ آذر بائیجان میں ایران کی سرحد کے ساتھ ساتھ مزید مظاہرے ہوئے ہیں اور فوجی تنصیبات پر مظاہرین کی طرف سے حملے بھی کیئے گئے۔ مظاہرین نے مطالبہ کیا کہ انہیں سیر و سیاحت کی آزادی دی جائے اور ایران کے ساتھ رابطے میں سہولت پیدا کی جائے۔ حال ہی میں ایران اور سوویت یونین میں ایک معاہدے پر دستخط ہوئے ہیں جس کے مطابق دونوں ملکوں کے درمیان سیر و سیاحت کی آزادی کو تسلیم کیا گیا ہے اور دونوں ملک اپنے شہریوں کو ویزے جاری کریں گے آذر بائیجان کے کچھ نوجوان سرحدی حفاظتی باڑھ کو توڑ کر ایران میں داخل بھی ہو گئے۔ یاد رہے کہ ۱۹۲۰ء تک آذر بائیجان ایران کا حصّہ تھا۔

• روسی صدر گورباچوف بدھ کے روز لتھونیہ کے حالات کا قریب سے مشاہدہ کرنے کے لئے وہاں جائیں گے

• روس کے وزیر خارجہ مسٹر ایڈورڈ شیورناٹزے نے رومانیہ کی نئی حکومت کی مکمل حمائت کا اعلان کیا ہے اور ہر قسم کے تعاون اور امداد کا یقین دلایا ہے۔ اقتصادی امداد کے پہلے مرحلے کے طور پر روس رومانیہ کو ۷۷، ملین فٹ گیس اور ۳۹۰، ملین ٹن تیل مہیا کریگا، نیز انہوں نے رومانیہ کے نئے وزیر اعظم کو ماسکو کا جلد دورہ کرنے کی دعوت بھی دی ہے۔

ربوہ اور ربوہ کے گرد و نواح میں ہر قسم کی جائیداد کی خرید و فروخت ہمارے ذریعہ کیجیئے اور خدمت کا موقع دیجئے۔
شریف احمد بھٹی
پراپرٹی سنٹر ریلوے روڈ رحمت بازار ربوہ
فون گھر: ۱۳۱ آفس: ۵۲۱

۱۹۱۱ء میں سب سے پہلے حب اٹھراء پیش کرنیوالا مصروف خدمت ادارہ کا
مشہور دواخانہ (رجسٹرڈ)
• گوجرانوالہ فون نمبر ۷۴۸۴۴ • ربوہ فون نمبر ۹۰۶
• قلعہ کالروالا • ملتان • کراچی